دنیا بھر کے محنت کشو ایک ہو جاؤ!

عالمی تناظر

مجوزہ دستاویز نمبر 3

کانگریس 17-2016ء

فہرست

1۔سرمایہ دارانہ بحران اور بڑھتی ہوئی تحفظاتی پالیسیاں
2۔کیا چین سرمایہ داری کو بچا سکتا ہے؟
3۔بینک، بریگزٹ اور یورپی یونین
4۔بحران کے یورپ پر سیاسی اثرات
5۔مشرقِ وسطیٰ
6۔لاطینی امریکہ
7۔امریکی انتخابات
8۔عمومی نتائج

(اس دستاویز کو IMT کی جولائی 2016ء میں ہونے والی عالمی کانگریس میں منظور شدہ عالمی تناظر 2016ء کی دستاویز کے تسلسل میں پڑھا جائے۔ یہ عالمی تناظر کا اپ ڈیٹ ہے کیونکہ منظوری سے اب تک حالات میں اہم تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔)

سرمایہ دارانہ نظام اپنی تاریخ کے سب سے سنجیدہ اور خوفناک بحران میں داخل ہو چکا ہے، ایک ایسا گلا سڑا اور برباد نظام جو اپنی فطری حدود سے زیادہ اپنا وجود قائم رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اربوں لوگوں کی زندگیاں روزانہ بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہیں، دنیا کے کئی علاقوں میں جنگیں برپا ہیں اور ماحولیات کی تباہی ایک معمول بن چکی ہے۔ یہ سرمایہ داری کے درندہ خصلت اور بڑھتے ہوئے پر انتشار اور غیر منطقی طریقہ پیداوار کے نتائج ہیں۔

جیسا کہ عالمی تناظر 2016ء میں بحث کی گئی تھی، سرمایہ داری اپنے نامیاتی بحران سے گزر رہی ہے جس سے باہر نکلنے کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں۔ ایک طرف ہم دیوہیکل زائد پیداوار (یا پھر جیسا کہ میڈیا میں بتایا جاتا ہے ''زائد پیداواری صلاحیت'') دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف پورا نظام قرضوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے (قومی اور نجی) جو کہ پیدا کی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ ہڑپ کر جاتا ہے (قدرِ زائد جو کہ مزدوروں سے کشید کی جاتی ہے)۔

OECD ممالک کا کل قومی قرضہ 2007ء سے اب تک آٹھ گنا بڑھ چکا ہے اور اب یہ آسمانوں کو چھوتا ہوا 50 ٹریلین ڈالر ہو چکا ہے۔ صرف یوروزون میں تمام بجٹ خسارے بارہ گنا بڑھ چکے ہیں اور کل قرضہ 8.6 ٹریلین یورو سے تجاوز کر چکا ہے۔

(نوٹ: OECD-Organization for Economic Co-operation and Development کے 35 ممبران ممالک ہیں اور تاریخی طور پر اسے دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک کی تنظیم تصور کیا جاتا ہے لیکن چین، روس اور برازیل ممبران میں شامل نہیں۔)

یہاں تک کہ نام نہاد ''ابھرتی معیشتیں''، BRICS (برازیل، روس، انڈیا، چین اور جنوبی افریقہ) کی معیشتوں میں نمایاں گراوٹ آئی ہے۔ چین کی معیشت دوسری سہ ماہی میں 6.3 فیصد بڑھ پائی (دگنے ہندسوں میں بڑھوتری اب قصۂ ماضی ہو چکے ہیں)، برازیل کی معیشت میں

5.7 فیصد گراوٹ آئی، روس سست روی کا شکار رہتے ہوئے گراوٹ کی طرف بڑھ رہا ہے؛ دوسری سہ ماہی میں اس کی معیشت **2.1 فیصد** تک سکڑ گئی۔

شماریات کا صرف **ایک** عدد اس سارے **نظام** کے غیر منطقی پاگل پن کی عکاسی ہے: **62** ارب **پتیوں** کے **پاس** دنیا کی کل آبادی کے نصف کے **برابر** دولت **مجتمع** ہے (آکسفیم)۔

بطور مارکس وادی ہم جانتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ **نظام** کی **رجعتی** اور **انحطاط** شدہ **خصلت** کی اصلاح کرنا **ناممکن** ہے جس کی اصل قدغنیں ذرائع پیداوار کی **نجی ملکیت** اور قومی سرحدوں کی وجہ سے ہیں۔

1۔ سرمایہ دارانہ بحران اور بڑھتی ہوئی تحفظاتی پالیسیاں

تقریباً دس سال سے جاری معاشی بحران نے عالمی معیشت پر انتہائی گہرے اور **تاریخی** اثرات مرتب کئے ہیں۔

اس کا پہلا ثبوت ہمیں عالمی تجارت میں **تبدیلی** کی صورت میں ملتا ہے۔ بحران سے پہلے عالمی صنعتی پیداوار میں قومی حصے داریاں منتقل ہو رہی تھیں۔۔ روایتی صنعتی مراکز سے دور۔ لیکن بحران نے صنعت کی اس منتقلی کو روک دیا ہے، **ایک** ایسا مظہر جو **1980**ء کی دہائی سے بڑی تیزی کے ساتھ پنپ رہا تھا۔ اس کی وجہ سے **نام** نہاد ابھرتے **ممالک** کی اٹھان ماضی کے مقابلے میں **نمایاں** طور پر سست ہو چکی ہے۔ چین جس کی **معیشت** بیس سال **تک** دگنے ہندسوں میں متاثر کن طریقے سے ترقی کرتی رہی اور جس کی وجہ سے عالمی صنعتی پیداوار میں چین کا غیر معمولی حصہ بڑھا (**8.3 فیصد 2000**ء میں، **14.3 فیصد 2007**ء میں، **28.3 فیصد 2012**ء میں اور **32.8 فیصد 2014**ء میں)، اب اپنی حدود **تک** پہنچ چکی ہے۔ **نام** نہاد **عالمگیریت** کا عمل رک چکا ہے۔ عالمی تجارت جو **1990**ء اور **2000**ء کی دہائیوں میں انتہائی برق رفتاری سے بڑھتی رہی تھی اب بحران کے بعد سے تیزی سے آہستہ ہوتے ہوئے سالانہ **GDP** بڑھوتری سے بھی کم ہو چکی ہے۔ **2014**ء میں عالمی تجارت **3.3 فیصد** بڑھی جو کہ **GDP** کی بڑھوتری سے کم رہی (**+3.4 فیصد**)۔ **2015**ء میں عالمی تجارت **2.6 فیصد** بڑھی اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے

مطابق، ''عالمی تجارت توقع کے برخلاف 2016ء میں زیادہ سست روی سے بڑھی ہے، صرف 1.7 فیصد جو کہ اپریل کے 2.8 فیصد کی پیشن گوئی سے بہت کم ہے۔ 2017ء کی 3.6 فیصد پیشن گوئی کو بھی از سرنو تبدیل کیا گیا ہے جس کے مطابق اب بڑھوتری 1.8 فیصد سے 3.1 فیصد کے درمیان رہے گی۔ 2016ء میں متوقع 2.2 فیصد کی GDP بڑھوتری کے ساتھ، یہ سال 2009ء کے معاشی بحران کے بعد تجارت اور پیداواری بڑھوتری کیلئے سست ترین سال ہوگا۔''

آج کے معاشی بحران اور 1929ء میں وال سٹریٹ کے انہدام کے بعد کے بحران میں بہت ساری مماثلتیں موجود ہیں۔ 1929ء کا بحران 1930ء کی تمام دہائی میں ساری صنعتی دنیا میں برقرار رہا۔ اس وقت بحران حقیقی گراوٹ میں تبدیل ہوگیا، اس لئے نہیں کہ اسٹاک مارکیٹ گر گئی تھی بلکہ اس لئے کہ مارکیٹ میں قرضہ لینے اور دینے کی اہلیت ختم ہو چکی تھی اور عالمی تجارت میں بہت بڑی گراوٹ آئی تھی جس کے ساتھ ہی دنیا کے تمام ممالک نے سخت قومی تجارتی تحفظ کیلئے اقدامات اٹھائے تھے۔ کاغذوں میں کوئی حکومت مقامی منڈی کیلئے تحفظاتی اقدامات کا اقرار نہیں کرتی۔ حقیقت میں تقریباً تمام یہی کام کرتی ہیں خاص طور پر آج کے دور میں بے تحاشا جس کی مثال تاریخ میں پہلے نہیں ملتی۔ گلوبل ٹریڈ الرٹ کے ایک تجزیئے کے مطابق، شاید 2008ء کے بحران کے بعد مختلف ممالک کی طرف سے قومی منڈی کے تحفظ کیلئے اٹھائے گئے اقدامات پر سب سے مکمل اور جامع تجزیہ، دنیا میں تقریباً ہر جگہ رونما ہونے والی لڑائیاں اور اختلافات صرف جنگی ہی نہیں بلکہ اب تجارت اور فنانس کے شعبے بھی ان کا حصہ بن چکے ہیں۔ 2009ء کی خزاں میں G20 ممالک نے نئے قوانین کا اطلاق کیا جن کے مطابق ملکوں کو پچھلے سال کے معاشی انہدام کے بعد ان تمام اقدامات اٹھانے سے روکا جانا تھا جو ماضی میں 1929ء کے بحران کے بعد لاگو کئے گئے جن کی وجہ سے 1930ء کی دہائی معاشی بحران اور گراوٹ میں گزری۔ یہ قوانین اور اقدامات خام خیالی ثابت ہوئے کیونکہ اس وقت سے اب تک 4400 تحفظاتی اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں جن کا اطلاق تجارت اور فنانس کے شعبوں پر ہوتا ہے۔ صرف اس سال، یکم جنوری سے 19 اگست تک، G20 ممالک نے 340 اقدامات کیے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے ممالک کے تجارتی مفادات پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ یہ 2009ء میں انہی مہینوں میں اٹھائے جانے والے تحفظاتی اقدامات سے چار گنا زیادہ ہے۔ ان اقدامات میں سے 179 کو آسٹریلیا سمیت G7 ممالک نے متعارف کرایا جبکہ 111 اقدامات BRICS

ممالک کی طرف سے کیے گئے۔ دوسرے الفاظ میں **سب** سے مضبوط معیشتیں تحفظاتی اقدامات کو لاگو کرنے میں **سب** سے آگے تھیں۔ انھوں نے یہ اقدامات خاص طور **پر پانچ** امتیازی شعبوں میں کئے: مقامی تجارتی سرگرمیوں کے ٹینڈروں میں بیرونی تجارتی شمولیت **پر** حد بندی، تجارتی فنانس، درآمدی ٹیکس، ریاستی امداد (**سب** سے زیادہ) اور اپنی تجارت کا تحفظ۔ **سب** سے زیادہ اقدامات امریکہ نے اٹھائے جو کہ نومبر **2008**ء سے لے کر اب **تک 1066** اقدامات کے ساتھ قومی منڈی کے تحفظ کے حوالے سے **سب** سے زیادہ سرگرم ہے اور اس کے بعد **انڈیا**، روس، ارجنٹائن، برازیل، **جرمنی**، برطانیہ اور اٹلی اس **فہرست** میں شامل ہیں۔ یورپ میں **جرمنی** ان اقدامات میں سر **فہرست** ہے۔ یہاں **تک** کہ آزاد تجارتی معاہدے جو دہائیوں پہلے کئے گئے تھے آج ان **پر** بھی سوال اٹھائے جا رہے ہیں۔ یہ اب کھلا راز ہے کہ **TTIP** (ٹرانس اٹلا**نٹک** ٹریڈ اینڈ انوسٹمنٹ **پارٹنر شپ**) معاہدہ مردہ اور دفن ہو چکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب تحفظاتی اقدامات تمام معاشی سرگرمیوں جن میں فنانس، **کرنسی** ایکسچینج، تجارت اور صنعت شامل ہیں، **سب** میں کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے سامنے حالیہ تحفظاتی اقدامات موجود ہیں جو مختلف ممالک نے لگائے ہیں۔ ان میں سر**فہرست** فرانس اور **جرمنی** ہیں جنھوں نے اپنی کاروں کی صنعت اور معیشت کے **دیگر** حصوں کیلئے یہ اقدامات اٹھائے ہیں۔ **1930**ء کے بحران کی طرح وہ تحفظاتی اقدامات کو بند گلی سے تشبیہ دینے کا زبانی جمع خرچ کرتے ہوئے انہی تمام اقدامات کا اطلاق کرتے جا رہے ہیں۔ آج ماضی کی طرح، لیکن بلند پیمانے **پر**، اختلافات اور اقدامات کی راہ ہموار ہو رہی ہے لیکن اس مرتبہ یہ تضادات عالمی پیمانے **پر** رو**نما** ہوں گے۔

2۔کیا چین سرمایہ داری کو بچا سکتا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سرمایہ داری اب مستقل گراوٹ کا شکار رہے گی یا معاشی سائیکل ختم ہو گئے ہیں۔ہم نے 2014-2015ء میں یورپ میں جو مبہم معاشی صحت یابی دیکھی اس کی وجہ یورو کی قدر میں کمی اور خام مال کی قیمتوں میں گراوٹ تھی لیکن ابھی سے ہم اس سال میں اس کے الٹ رجحانات دیکھ رہے ہیں۔ بریگزٹ کے اثرات ہر جگہ رونما ہو رہے ہیں اور تمام بڑھوتری کے اندازے نظر ثانی کے بعد کم کر دیئے گئے ہیں اور ایک نئی عالمی سست روی تیار ہو رہی ہے۔ ماضی میں، سامراجی ملکوں میں معاشی جمود کے مساوی نام نہاد ’’ابھرتے ممالک‘‘ کی معیشتوں میں بڑھوتری ہوتی تھی، خاص طور پر چین میں۔اس کی کئی وجوہات تھیں:

1۔انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مواصلات میں 1980ء کی دہائی کے بعد ترقی

2۔سابقہ منصوبہ بند معیشتوں کا 1990ء کی دہائی میں عالمی منڈی کے ساتھ منسلک ہونا (سابقہ سویت یونین، چین، مشرقی یورپ وغیرہ)

3۔چین کی WTO (ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن) میں دسمبر 2001ء میں شمولیت

ان تین وجوہات کی وجہ سے اور نام نہاد ابھرتے ممالک میں صنعت کاری کے اوائل مراحل اب اپنی قوت رفتار کھو چکے ہیں۔آج سے بیس سال قبل ایک عام چینی محنت کش 50 ڈالر ماہانہ کماتا تھا لیکن آج شنگھائی (چین) یا ساؤ پالو (برازیل) میں اجرتیں جنوبی اٹلی کے برابر ہو چکی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چین حیران کن تیزی کے ساتھ سرمایہ کاری کر رہا ہے لیکن 2008ء سے پہلے سرمایہ کاری زیادہ تر صنعتوں میں ہوتی تھی جبکہ آج اس کا کردار زیادہ تر جوئے اور سٹہ بازی پر مشتمل ہے۔ ساتھ ساتھ پریشانی کی بات یہ ہے کہ زیادہ تر قرضے مرکزی حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں کیونکہ ان کی زیادہ تر سرمایہ کاری نام نہاد ’’شیڈو بینکاری‘‘ سے ہوتی ہے یعنی ان قرض خواہوں

سے جو سرکاری کھاتوں سے باہر قرضے دیتے ہیں۔ گزشتہ پانچ سالوں میں ملک سے باہر جانے والی رقوم میں چار گنا اضافہ ہوا ہے جبکہ کل قرضے کی GDP کے مقابلے میں شرح 60 فیصد بڑھ کر GDP کے 180 فیصد تک جا پہنچی ہے (240 فیصد اگر اس میں ہم شیڈو بینکاری بھی شامل کریں)۔ جیسا کہ جارج سوروس نے چند سال پہلے کہا تھا، ''شیڈو بینکاری میں تیز بڑھوتری کا رجحان امریکہ میں سب پرائم (Sub Prime) قرضوں کے ساتھ پریشان کن مشابہت رکھتا ہے جس کی وجہ سے 2008-2007ء کا معاشی بحران وقوع پذیر ہوا۔'' (بلوم برگ نیوز)

جیسا کہ ہم نے امریکہ اور یورپ میں دیکھا، قرضوں کے بلبلے اچانک پھٹ پڑتے ہیں جب کمپنیوں اور گھرانوں کو قرضے دینے میں نمایاں کمی واقع ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے GDP میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ 2014ء میں چینی معیشت کی بڑھوتری 1990ء کے بعد سب سے کم ہو 7.4 فیصد پر آن گری اور 16 سالوں میں پہلی مرتبہ حکومت کے سالانہ بڑھوتری کے ہدف کو حاصل نہ کیا جا سکا (7.5 فیصد)۔ مارگن سٹینلے کے مطابق، چین کے GDP میں بڑھوتری ایک دہائی میں کم ہو کر 5-6 فیصد تک آ جائے گی اور اس کے انتہائی سنجیدہ اور گہرے اثرات نہ صرف عالمی معیشت پر پڑیں گے (خاص کر ان ممالک پر جن کی معیشت کا دارومدار چین کو خام مال بیچنے پر ہے) بلکہ بذات خود چین پر بھی تباہ کن اثرات پڑیں گے۔ یورپ کیلئے 5-6 فیصد کی بڑھوتری ایک نیا ابھار ثابت ہو گی لیکن چین کیلئے یہ آبادی میں اضافے اور مضافات سے نوکریوں کیلئے ہر سال کروڑوں لوگوں کی شہروں میں روزگار کی تلاش میں ہجرت کیلئے کافی نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ چین کم سے کم عرصے میں اپنے وہ تمام وسائل استعمال کر لے جن کی وجہ سے حکومت نے کینیشئین پالیسیوں کا اطلاق کرتے ہوئے مقامی منڈی کی مانگ میں اضافہ کیا جبکہ آج سے پانچ سال پہلے چین میں قرضوں کا زیادہ مسئلہ نہیں تھا لیکن اب یہ مسئلہ ہے اور کوئی چھوٹا موٹا نہیں بلکہ دیو ہیکل مسئلہ ہے۔ انفرا اسٹرکچر میں بے پناہ سرمایہ کاری (سرکاری منصوبوں میں پانچ سالوں میں چھ گنا اضافہ) اور معیشت میں بے تحاشہ سرمایہ کاری سے بڑھوتری میں بہتری کے مطلوبہ نتائج مرتب نہیں ہوئے اور ماضی کے مقابلے میں گراوٹ بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت جلد اتنی آمدنی بھی نہیں ہو گی کہ قرضوں کا سود ہی واپس کیا جا سکے اور ہزاروں لاکھوں چینی کمپنیاں دیوالیہ ہو سکتی ہیں، ایک ایسا مستقبل جس کے بارے میں حکومت بے حد فکر مند ہے لیکن جس کو ٹالنا ان کے بس میں نہیں۔ یہ تمام صورتحال ہمارے تناظر کو درست ثابت کرتی ہے کہ عالمی معاشی بحران کی دلدل میں چین

دھنستا چلا جائے گا بجائے اس کے کہ وہ اس سے آزاد رہے۔ اس کی تصدیق FDI (فارن ڈائریکٹ انوسٹمنٹ) کی گراوٹ سے بھی ہوتی ہے جس میں 2011ء کے بعد نمایاں کمی آئی ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں میں خاص طور پر امریکہ میں عالمی اجارہ داریوں نے جن کے مختلف ترقی یافتہ سرمایہ دار معیشتوں میں ہیڈ کوارٹرز ہیں، مقامی منڈیوں سے بیرون ملک منتقل کی گئی فیکٹریوں کو واپس لانا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، چین کی سست روی کے عالمی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں خاص کر آسٹریلیا اور برازیل جیسے مما لک پر جن میں چین کی بڑھوتری کی وجہ سے تیز ترین بڑھوتری دیکھنے میں آئی۔ لیکن چین کی سست ہوتی معیشت کے اندرون ملک بھی اثرات پڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے ہڑتالوں اور احتجاجوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ چائنا لیبر بلیٹن کے مطابق 2014ء میں تقریباً 1400 احتجاج اور ہڑتالیں ہوئیں جو کہ 2013ء (650) میں ہونے والے واقعات سے دگنا ہے اور 2012ء (382) کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ یہ مظہر 2015ء میں بھی جاری رہا جس میں نمایاں اضافہ ہوتا نظر آیا اور 2014ء کے مقابلے میں احتجاج اور ہڑتالیں دگنی ہو گئیں (1379 کے مقابلے میں 2774) اور 2016ء کے پہلے چھ ماہ میں احتجاجوں اور ہڑتالوں میں 2015ء کے مقابلے میں 20 فیصد اضافہ ہوا۔ اس سال کے شروع میں مارچ میں ہیلونگ جیانگ صوبے کے شہر شوانگ یا شان میں کان کنی کے ہزاروں مزدور کئی دن پولیس کے ساتھ نبرد آزما رہے جس میں ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ریاستی کمپنی انہیں بقایا اجرتیں دے اور یہ آنے والے دنوں کی واضح مثال ہے۔ چینی محنت کش طبقہ حالات پر اپنے اثرات مرتب کرنا شروع ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست نے سیکورٹی کو سخت کرنے کیلئے مزید اقدامات اٹھائے ہیں اور احتجاج اور اختلاف رائے سے سختی سے نمٹ رہے ہیں۔ اس سے چین میں شروع ہونے والے عمل کو روکا نہیں جا سکتا جس کی وجہ سے آنے والے دنوں میں دیوہیکل طبقاتی کشمکش جنم لے گی اور اس کی وجہ سے ریاست کے ساتھ براہ راست ٹکراؤ پیدا ہو گا۔

3۔ بینک، بریگزٹ اور یورپی یونین

جیسا کہ ہم نے دیگر دستاویزات میں بیان کیا ہے، برطانیہ میں بریگزٹ ووٹ نے یورپی یونین کو بنیادوں تک ہلا کر رکھ دیا ہے اور پوری عالمی سرمایہ داردنیا کے انتشار میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔سٹہ باز جارج سوروس نے کھلم کھلا ''یورپی یونین کی نا قابل واپسی بربادی'' کی طرف اشارہ کیا ہے۔ IMF یہ ماننے پر مجبور ہے کہ بریگزٹ کی وجہ سے غیر یقینی صورتحال عالمی معیشت کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے۔مارکیٹوں پر اس کے اثرات فوری تھے جن میں اسٹاک مارکیٹوں کی قدر میں کمی جن میں ایک دن میں سب سے زیادہ نقصان بینکاری کے اسٹاکس کو 30-20 فیصد کمی کے ساتھ ہوا۔ 23 جون کے بعد ''سراسیمگی'' کے علاوہ اور کوئی لفظ ان کے طرزِ عمل کو بیان نہیں کرتا۔

اٹلی پر بریگزٹ کے شدید اثرات مرتب ہوئے جب اطالوی بینکوں کے اسٹاکس کی قدر تیزی سے کم ہوئی۔حقیقت یہ ہے کہ اطالوی بینکوں کے 360 ارب یورو کے ضائع ہوئے غیر واجب الادا قرضے یورپ میں بہت بڑے معاشی بحران کو جنم دے سکتے ہیں۔اٹلی کے یورپ میں سے زیادہ نا قابل واپسی قرضے ہیں۔ 2008ء میں یہ صرف 42 ارب یورو تھے۔اس کی وجہ سے یورپی یونین میں اور زیادہ تضادات بڑھ رہے ہیں اور اطالوی حکومت اپنے بینکوں کو بچانے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اطالوی وزیرِاعظم رینزی اور یورپی یونین میں چپقلش بڑھ رہی ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ اپنے نقطہ نظر سے، جرمنی اطالوی بینکوں کی طرف پالیسی میں نرمی برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک ''وبا'' پھوٹ پڑے جس میں یورپی بینکوں کے پاس 1 ٹریلین یورو کے نا قابل واپسی قرضے ہیں جو کہ یورپی GDP کا 7.3 فیصد بنتے ہیں۔EBA (یورپی بینکاری اتھارٹی) کے مطابق اس حد تک بڑھتے ہوئے نا قابل واپسی قرضے ''شدید پریشانی'' کا باعث بنے ہوئے ہیں۔اوسطاً نا قابل واپسی قرضے یورپی بینکوں کے کل قرضے کا 5.6 فیصد بنتے ہیں جو کہ امریکی حد سے دگنا ہے لیکن اٹلی میں 16.7 فیصد کے ساتھ تین گنا زیادہ ہے۔صرف قبرص کے بینکاری نظام میں 50 فیصد، سلووینیا میں 28.4 فیصد، آئرلینڈ

میں **21.5** فیصد اور ہنگری میں **18.9** فیصد کے **نا قابل** واپسی قرضوں کے ساتھ فیصدی حساب سے زیادہ گھمبیر صورتحال ہے۔ لیکن اٹلی میں مسئلہ یہ ہے کہ **مکمل طور پر نا قابل** واپسی قرضوں کا پہاڑ بہت زیادہ بڑا ہے اور اسی وجہ سے یورپی بینکاری **نظام** کیلئے **سب** سے بڑا خطرہ ہے۔

اکتوبر **2008**ء سے لے کر اکتوبر **2014**ء کے وسط **تک**، یورپی کمیشن نے **450** مرتبہ ریاستی سطح **پر** بینکوں کو بچانے کیلئے مداخلت کی جس میں **3.8** ٹریلین یورو کا **مجموعی خرچہ** آیا۔ یہ دیو ہیکل اعداد و شمار ہیں لیکن صورتحال بہتر ہونے کے بجائے **مزید خراب** ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ صرف مارکسی **نظریہ** ہی بیان کر سکتا ہے: منڈیوں کو دوبارہ فعال بنانے کیلئے پیداواری قوتوں اور سرمائے کی **نمایاں بربادی** اور قدر میں بے پناہ کمی کی ضرورت ہے جس کے بعد ہی وہ حالات پیدا ہو **سکتے** ہیں کہ جن میں ارتکاز کا عمل **دوبارہ** سے شروع ہو۔ یعنی بے پناہ مالی تعداد میں سرمائے (اور بینکوں) کی **بربادی** لازمی ہے۔ جیسا کہ مارکس نے کہا تھا، ''ہر صورت میں **دوبارہ** توازن پیدا کرنے کیلئے سرمائے کی کم **یا** زیادہ تباہی لازمی ہے۔'' اور اگر بینکوں کو **برباد** نہیں کیا جا **تا** تو کم از کم ان کو بڑے بینکوں میں ضم کرنا لازمی ہے۔

یورپی مرکزی بینک کا گورنر ماریو دراغی جو عام طور پر پرامید شخص ہے، **ایک** حالیہ یورپی میٹنگ میں کہتا ہے: ''میں **انتشار** کا خطرہ دیکھ رہا ہوں ۔۔۔ اور **ایک** بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ **ایک** سوجھ بوجھ **بنتی** جا رہی ہے یورپی **یونین نا قابل** حکمرانی بن سکتا ہے۔'' دراغی کی یہ رائے ہے کہ **بریگزٹ** نے صورتحال کا رخ تبدیل کر دیا ہے: ''صورتحال اتنی گھمبیر نہیں تھی'' ۔۔۔ **ریفرنڈم** سے **پہلے** ۔۔۔ ''سرمایہ کاری کی وجہ سے مستحکم بڑھوتری تھی اور افراط زر کم تھا جبکہ قرضوں کی ترسیل اور روزگار میں بہتری آ رہی تھی۔ پھر **23** جون کا دن آیا اور اب **سب** کچھ **بدل** چکا ہے۔''

یورپ میں حالات اتنے **خراب** ہو چکے ہیں کہ اس وقت **ایک** سنجیدہ بحث چل رہی ہے کہ **یورپی یونین** کے دو درجے، دو یورپی کرنسیوں کے ساتھ بنائے **جائیں**، شمالی یورپ کیلئے زیادہ مضبوط اور جنوبی یورپ کیلئے کمزور۔ لیکن یہ **نا قابل** عمل ہے اور **غالب امکانات** یہ ہیں کہ **جرمن انتخابات** کے بعد، جو اگلے سال خزاں میں ہو رہے ہیں، مرکل اگر دوبارہ منتخب ہو جاتی ہے ۔۔۔ جس کے **امکانات** واضح نہیں ہیں ۔۔۔ تو اسے ہر ملک کو **یورپی یونین** میں **رکھنے** کا **یا** کم از کم یورپی زون میں **رکھنے** کا خیال ترک کرنا پڑے گا۔ **گزشتہ** سال **یونانی** بحران کے دوران **جرمنی** کے وزیر خزانہ شوابل کی یہ رائے تھی کہ **یونان یورپی یونین** سے کم از کم **پانچ** سال کیلئے عارضی طور پر اخراج کر

لے۔ یہ خیال جرمن بورژوازی میں زور پکڑتا جائے گا جیسے جیسے انہیں اس چیز کا ادراک ہوتا جائے گا کہ دیوالیے سے باہر نکالنے کے ساتھ ساتھ شدید کٹوتیوں کا پروگرام پرتگال، یونان اور اسپین پر لاگو کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک کی حکومتوں کو بے پناہ عوامی دباؤ کا سامنا ہے۔ اس صورتحال کی وجہ سے یورپ یونین کا شیرازہ بکھرتا جا رہا ہے اور امکانات یہی ہیں کہ یورپی یونین کو EMS (یورپی مانیٹری سسٹم) کی طرف پسپائی اختیار کرنی پڑے گی۔

4۔ بحران کے یورپ پر سیاسی اثرات

یورپ میں بحران یورپی ممبران کے درمیان تناؤ کو مزید سخت کرتا جا رہا ہے۔ یونان میں بحران کی وجہ سے مختلف ممبران ممالک کے منحرف مفادات کھل کر سامنے آ چکے ہیں جو کہ یونین کے مختلف علاقوں میں مختلف ترقی کی صورتحال کی عکاسی ہیں۔ لیکن بریگزٹ ووٹ کی وجہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عالمی سرمایہ دارانہ بحران کی وجہ سے یورپی یونین ٹوٹنے کی طرف بھی جا سکتا ہے۔

لیکن تناؤ صرف ممبران ممالک اور ان کی حکومتوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ ہر ممبر ملک کے طبقات کے درمیان بھی ہے۔ ہم تمام یورپی ممالک میں بڑھتی ہوئی سیاسی پولرائزیشن دیکھ رہے ہیں جو کہ سماجی پولرائزیشن کی عکاسی ہے۔ لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد خطِ غربت سے نیچے گر رہی ہے اور جن کے پاس روزگار ہے وہ زندہ رہنے کی تگ و دو میں شل ہو رہے ہیں۔ ایک طرف تو یہ ساری صورتحال ہے جبکہ سماج کے دوسرے کونے پر کم سے کم تر ہاتھوں میں دیوہیکل دولت کا ارتکاز ہو رہا ہے۔

آکسفیم کی 2015ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ”2009ء سے 2013ء کے دوران، ایسے یورپیوں کی تعداد جن کے پاس اتنے پیسے نہیں کہ وہ اپنے گھر گرم رکھ سکیں یا انجانے خرچوں کو سہار سکیں جنہیں ”شدید مادی قلت کا شکار“ کہا جاتا ہے، 75 لاکھ سے بڑھ کر 5 کروڑ ہو چکی ہے۔ یہ ان 12.3 کروڑ لوگوں میں سے ہیں۔۔ یورپی یونین کی تقریباً ایک تہائی آبادی۔۔ جو مستقل غربت میں رہنے کے خطرے میں ہیں جبکہ براعظم میں 342 ارب پتی موجود ہیں“۔ اور ارب پتیوں کی تعداد ان کی مالیت کے ساتھ ساتھ مسلسل بڑھ رہی ہے۔ یہ سب اس وقت ہو رہا ہے

جب پورے یورپ میں کٹوتیاں کی جا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بائیں بازو کے رجحان میں ریڈیکلائزیشن بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری جانب دائیں بازو میں بھی یہی مظہر رونما ہو رہا ہے۔ اس عمل کو بہتر طور پر سمجھنے کیلئے ہمیں کچھ یورپی ممالک میں صورتحال کا جائزہ لینا ہوگا۔

جرمنی

ستمبر میں ڈوائچ بینک۔۔ یورپ کے بڑے بینکوں میں سے ایک۔۔ کے حصص میں تیز ترین گراوٹ جرمن معیشت کی اصل صورتحال کی عکاسی کرتی ہے۔ ڈوائچ بینک میں بحران پورے جرمن بینکاری نظام کے بحران کی عکاسی کرتا ہے جس پر عالمی تجارت میں تیز گراوٹ کے نمایاں اثرات پڑے ہیں۔ جرمنی کا تقریباً نصف GDP برآمدات پر منحصر ہے اور جیسے جیسے جرمن برآمدی اور بحری جہازوں کی کمپنیاں کم ہوتی کھپت کی وجہ سے مشکلات میں ڈوبتی جا رہی ہیں ویسے ویسے قرضوں کی ادائیگیوں میں مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں اور آخر کار نا قابل ادائیگی قرضوں کو معاف کرنا پڑے گا جس کی وجہ سے گھٹتے منافع والے قرض خواہ شدید پریشان ہوں گے۔ کامرس بینک جو جرمنی کا دوسرا سب سے بڑا بینک ہے، پہلے ہی مشکل میں گھری کچھ شپنگ کمپنیوں کے نا قابل واپسی قرضے معاف کر چکا ہے۔ کسی بھی ایک بڑے اور اہم جرمن بینک کے انہدام کے پورے یورپ اور دنیا پر تباہ کن اثرات پڑیں گے جس کی وجہ سے معاشی اور مالیاتی بحران 2008ء کے مقابلے میں زیادہ گہرائی اور پھیلاؤ کے ساتھ رونما ہوگا۔ پچھلے کچھ عرصے میں جرمنی میں بڑھوتری دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اس کی وجہ محنت کشوں کے معیار زندگی اور اجرتوں پر حملے تھے جس کی وجہ سے اب جرمنی ان حالات کو پہنچ گیا ہے کہ بے پناہ سرمایہ کاری کے ساتھ ساتھ یورپ میں مستقل روزگار کی بجائے ٹھیکیداری پر کام کرنے والے سب سے زیادہ مزدور جرمنی میں ہیں۔ اس کی وجہ سے جرمنی عالمی منڈی میں بہترین مسابقتی پوزیشن میں آ گیا ہے لیکن اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا عالمی تجارت کے پھیلاؤ پر انحصار بھی بے پناہ بڑھا ہے۔ عالمی تجارت میں کمی کے اثرات جرمنی پر پڑ رہے ہیں اور اس کی عکاسی بڑھتے سیاسی اور سماجی انتشار میں ہو رہی ہے۔ جرمنی پورے یورپی زون میں دولت کی تقسیم کے حوالے سے سب سے زیادہ عدم مساوات کا شکار ملک ہے۔

رائٹرز نیوز ایجنسی کی 2014ء کی رپورٹ کے مطابق: ''نجی دولت کی تقسیم میں، پورے یورپ کی سب سے بڑی معیشت اور اجرت دینے والے ملک جرمنی میں کسی بھی دوسرے یوروزون ملک کے مقابلے میں سب سے زیادہ عدم مساوات ہے۔۔۔ جرمنی کے تھنک ٹینک DIW کی رپورٹ کے مطابق جرمنی کے 1 فیصد لوگوں کے پاس کم از کم 8 لاکھ یورو (1.09 ملین ڈالر) کی ذاتی دولت موجود ہے جبکہ ایک تہائی بالغوں کے پاس یا تو ذاتی دولت موجود نہیں یا پھر وہ قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یوروزون میں کہیں پر بھی دولت کی تقسیم اتنی شدید عدم مساوات کے ساتھ موجود نہیں جتنی جرمنی میں ہے، DIW کے تحقیقی ایسوسی ایٹ مارکس گرابکا نے ایک اعلامیے میں یہ بتایا۔''

اور اب اس کی وجہ سے سیاسی اثرات سامنے آرہے ہیں۔ جرمنی میں حالیہ انتخابات میں ووٹ کے طریقہ کار سے پتا چلتا ہے کہ دونوں بڑی پارٹیاں CDU (کرسچن ڈیموکریٹک یونین) اور SPD (سوشل ڈیموکریٹک پارٹی) تنزلی کا شکار ہیں۔ مقامی انتخابات میں جو نتائج آئے ہیں ان کی روشنی میں یہ دونوں بڑی پارٹیوں کیلئے عدم اعتماد کا ووٹ تھا۔ مرکل کی مقبولیت پہلی مرتبہ منتخب ہونے کے بعد اس وقت سب سے کم تر سطح پر ہے۔ یہ سب کچھ اس بے پناہ سماجی ہیجان اور سیاسی عدم استحکام کا نتیجہ ہے جو کہ سالوں سے پنپ رہا ہے۔ خاص طور پر ہم انتہائی دائیں بازو کی پارٹی AFD (آلٹرنیٹیو فار جرمنی) کا ابھار دیکھتے ہیں جس کی کچھ انتخابی بنیادیں بھی موجود ہیں جو مقامی انتخابات میں 20 فیصد ووٹ حاصل کرنے کے بعد واضح ہو گیا ہے جبکہ مرکل کی پارٹی CDU کی کارکردگی بہت خراب رہی ہے۔ بائیں بازو کی جانب ریڈیکلائزیشن کی عکاسی 17 ستمبر کو ہوئی جب تین لاکھ سے زائد احتجاجی امریکہ (TTIP) اور کینیڈا (CETA) کے ساتھ تجارتی معاہدوں کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے۔ اسی سال اور پچھلے سال ہمیں پبلک سیکٹر میں بڑے احتجاج دیکھنے کو ملے جن میں ٹرین ڈرائیور، نرسری ورکر اور ائرپورٹ ورکر وغیرہ شامل تھے۔ 2015ء کے پہلے چھ مہینوں میں اتنی ہڑتالیں ہوئیں جتنی پورے 2014ء میں ہوئی تھیں۔ ان میں جرمن ریل کی تاریخ کی سب سے طویل ہڑتال بھی شامل تھی۔ یہ ہڑتالیں گرتی ہوئی اجرت اور روزگار کے معیار میں گراوٹ کا نتیجہ ہیں۔ بائیں بازو کی جانب تیز تر ریڈیکلائزیشن کو ڈائی لنکے کے کردار نے روکا ہوا ہے۔ ڈائی لنکے وہ پارٹی ہے جو SPD میں سے بائیں بازو کی طرف سپلٹ اور پرانی کمیونسٹ پارٹی کی باقیات کے نتیجے میں منظر عام پر آئی۔ اس نے SPD کے

ساتھ بہت سارے علاقوں میں اشتراک کیا ہے اوراس کی وجہ سے اپنے سر پر مقامی کٹوتیوں کی ذمہ داری لے لی ہے اوراس کی قیادت کے SPD اور گرینز کے ساتھ مشترکہ حکومت بنانے کے عزائم ہیں۔ڈائی لنکے SPD کے بائیں طرف ابھری اور بڑھتے ہوئے 2009ء میں 12 فیصد حمایت حاصل کر لی لیکن پھراس کے بعد جمود کا شکار ہو کر کچھ انحطاط کا بھی شکار ہوئی۔اس سے جہاں جرمنی میں ایک بائیں بازو کے متبادل کے امکانات کا اندازہ ہوتا ہے وہیں پر ڈائی لنکے کی قیادت کی کمزوری بھی نمایاں ہوتی ہے۔مستقبل میں کسی موڑ پر بڑھتی سماجی پولرائزیشن اور طبقاتی جدوجہد بائیں جانب رجحان کومہمیز دے گی جو دائیں بازو میں ہونے والی تبدیلیوں کے متوازی عمل چلے گا۔جرمن محنت کش طبقہ یورپ کا سب سے زیادہ طاقتور طبقہ ہےاور مستقبل میں وہ طبقاتی جدوجہد میں سب آگے کھڑا ہوگا۔

فرانس

اگر عالمی تجارت میں کمی کے اثرات جرمنی پر پڑ رہے ہیں تو یہ اثرات فرانس پر دس گنا زیادہ شدت سے پڑ رہے ہیں۔ نئے اعدادوشمار کے مطابق ملک اس وقت معاشی تنزلی کے دہانے پر کھڑا ہے۔سرمایہ کاری بالکل بند ہے اور بیروزگاری بڑھ رہی ہے جس کی شرح جرمنی سے دگنی ہو کر 10.6 فیصد پر کھڑی ہے۔ 2012ء سے اب تک دس لاکھ سے زائد نوکریاں ختم ہو چکی ہیں۔اسی دوران 2006ء سے اب تک فرانس کا قومی قرضہ دگنا ہو کر GDP کے تقریباً 100 فیصد تک جا پہنچا ہے۔فرانس پر جرمنی جیسے ہمسایوں کی مقابلے بازی کا دباؤ پڑ رہا ہے لیکن ساتھ ہی عالمی سطح پر اسے چین کا بھی سامنا ہے۔ملکی معیشت مقابلے بازی میں روزانہ پیچھے ہٹتی جا رہی ہے۔مسابقت کی دوڑ میں آگے بڑھنے کیلئے فرانس محنت کشوں کے حقوق پر حملے کر رہا ہے جس کی عکاسی اس سال گرمیوں میں نئے لیبر قانون کے اطلاق سے ہوتی ہے۔ ماضی میں محنت کشوں کی تحریکوں کے نتیجے میں جیتی گئی حاصلات پر یہ براہ راست حملہ تھا۔ یہ تمام تر صورتحال اس سال کے شروع میں رونما ہونے والے واقعات کی وضاحت کرتی ہے۔ہم نے نئے لیبر قانون کے خلاف محنت کشوں کے دیوہیکل احتجاج دیکھے جن میں شہروں کے مرکزی چوکوں پر دھرنے بھی شامل تھے، خاص طور پر پیرس میں۔لیکن لڑاکا قیادت کی عدم موجودگی میں لیبر قانون بالآخر پاس ہو گیا اور تحریک بھی ختم ہو

گئی۔ فرانس میں دائیں طرف ہمیں وہی سیاسی پولرائزیشن نظر آتی ہے جو ہمیں باقی یورپ میں ہوتی نظر آ رہی ہے، جس میں میری لی پین کے نیشنل فرنٹ کی حمایت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حال ہی میں اس مظہر کو بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے لیکن سال کے شروع میں اٹھنے والی عوامی تحریک نے اس کے پھیلاؤ کو عارضی طور پر روک دیا۔ جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ تحریک اب اپنا سیاسی اظہار تلاش کر رہی ہے۔ پہلے ہی 2012ء میں سوشلسٹ پارٹی کے بائیں طرف ایک بائیں بازو کی متبادل پارٹی میلاشون کی شخصیت کے اردگرد ابھری جو کہ لیفٹ فرنٹ کا امیدوار تھا۔ اس نے 11 فیصد سے زیادہ ووٹ جیتا۔ 2017ء میں پھر سے صدارتی انتخابات ہیں جن میں وہ دوبارہ حصہ لے رہا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ اس مرتبہ اپنا ووٹ بینک کافی زیادہ بڑھا لے گا۔ پچھلے کچھ عرصے میں اس کی مقبولیت بڑھ رہی ہے۔ ستمبر میں رائے شماریوں کے مطابق اس کو 12-15 فیصد تک ووٹ پڑ سکتے ہیں۔ ایک حالیہ رائے شماری میں 20 فیصد سے زیادہ ووٹ کا نتیجہ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سوشلسٹ پارٹی کا کوئی بھی امیدوار ہو، میلاشون اس پر سبقت لے جا سکتا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس وقت ہم جو کچھ فرانس میں ہوتا دیکھ رہے ہیں وہ ہم یونان میں سائریزا اور اسپین میں پوڈیموس کی شکل میں دیکھ چکے ہیں، بڑھتی سماجی پولرائزیشن کے نتیجے میں ایک ریڈیکل لیفٹ کا ابھار۔ میلاشون کے اردگرد عوامی طاقت کے مجتمع ہونے کے امکانات موجود ہیں۔ زیادہ غالب امکان تو فی الحال یہی ہے کہ بورژوازی کا امیدوار ہی اگلا انتخاب جیتے گا لیکن یہ واضح ہے کہ ایک عمل شروع ہو چکا ہے جس میں بائیں بازو کی طرف میلاشون جیسی شخصیت کے اردگرد بے پناہ قوت اکٹھی ہو سکتی ہے جس کے نتیجے میں مستقبل میں بائیں بازو کی حکومت برسراقتدار آ سکتی ہے۔

اسپین

اسپین یورپی یونین کی کمزور معیشتوں میں سے ایک ہے جہاں 25 فیصد کے ساتھ بے انتہا بے روزگاری ہے اور 25 سال کی عمر سے کم افراد میں یہ 50 فیصد تک ہے۔ اسپین کے بینکوں پر ناقابل واپسی قرضوں کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے اور اس کا قومی قرضہ 2008ء کے بعد سے دگنے سے زیادہ بڑھ چکا ہے اور اس وقت GDP کا 100 فیصد ہو چکا ہے۔ ہم نے اسپین کے بحران پر

پچھلی دستاویزات میں بھی بات کی ہے لیکن یہاں **ایک** اہم **تبدیلی** بتانا ضروری ہے جو کہ **PSOE** (ہسپانوی سوشلسٹ **پارٹی**) میں بحران کی شکل میں سامنے آئی ہے۔ **گزشتہ** چند سالوں میں ہم نے کٹوتیوں کے خلاف جو تحریکیں دیکھی ہیں ان میں پوڈیموس کا ابھار ہوا جو پہلے کچھ نہ ہونے کے باوجود اس وقت تین لاکھ ممبران کی **پارٹی** بن چکی ہے اور **20** فیصد سے زیادہ ووٹ بینک **رکھتی** ہے۔ اس کی وجہ سے اسپین میں سیاسی منظر نامہ تبدیل ہو چکا ہے جس کی وضاحت پچھلے سال کچھ مہینوں کے وقفے کے ساتھ دو عام انتخابات ہوئے۔ ان سے کچھ حل تو نہیں ہوا لیکن **ایک** سیاسی ڈیڈ لاک پیدا **ہو گیا** جس میں کوئی بھی سیاسی **پارٹی** اتنی اکثریت حاصل نہیں کر سکی کہ وہ حکومت بنا سکے۔ **پاپولر پارٹی** کو سب سے زیادہ ووٹ ملے لیکن وہ اپنے تیئں حکومت نہیں کر سکتی۔ یہ **ایک** ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب سرمایہ دار محنت کشوں پر حملوں کو تیز کر رہے ہیں۔ ہسپانوی بورژوازی کو **شدید** کٹوتیاں کرنی پڑیں گی اگر وہ یورو اور یورپی **یونین** کا حصہ رہنا چاہتے ہیں۔ بورژوا ماہرین میں اب کھل کر یہ **بات** کی جا رہی ہے کہ اسپین اگلے **پانچ** سالوں میں **یورپی یونین** سے **اخراج** کر سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بورژوازی کو **PSOE** کے ممبران کی **حمایت** کی ضرورت ہے اگر وہ **پاپولر** فرنٹ کی حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ اس تمام تر صورتحال کی وجہ سے بے پناہ دباؤ پیدا **ہو گیا** جس کی وجہ سے **بالآخر PSOE** میں بحران پیدا ہو گیا۔ ستمبر کے آخر میں **پارٹی** کے **سب** سے زیادہ **دائیں بازو** کے بورژوا دھڑے نے **پارٹی** لیڈر پیڈرو سانچیز کو قیادت سے ہٹا دیا۔ اس کی وجہ سے تمام تر لڑائی کھل کر سامنے آ گئی۔ سانچیز، جو کہ بہر حال جیرمی کوربن جیسی شخصیت تو ہرگز نہیں ہے، اسے بہر حال یہ واضح **نظر** آ رہا تھا کہ اگر **PSOE پاپولر پارٹی** کی حکومت کی **حمایت** کرتی ہے تو پھر اس کی مقبولیت اور زیادہ کم ہو گی جس کے اثرات انتخابات میں بھی **آئیں** گے اور اس کی وجہ سے بہت سارے **پارلیمانی** ممبران کے کیریئر داؤ پر لگ **جائیں** گے! لیکن معروضی حالات ایسے ہیں کہ **PSOE** کے اوپر بے پناہ دباؤ ڈالا **گیا** اور **بالآخر دائیں بازو** کی **جیت** ہو گئی۔

اس ساری کیفیت میں یونیڈوس پوڈیموس (پوڈیموس اور یونائیٹڈ لیفٹ کا الائنس) کیلئے **PSOE** کی کمزوری کے نتیجے میں بڑھنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی **حمایت** کھوتی جائے گی اور **بالآخر** یونیڈوس پوڈیموس ہی حقیقی حزب اختلاف رہ جائے گی۔ اس کی وجہ سے مستقبل میں اسپین میں **بائیں بازو** کی حکومت برسر اقتدار آ سکتی ہے۔

برطانیہ

برطانیہ وہ ملک ہے جہاں سماجی تضادات سب سے واضح ہیں۔ ایک جانب غربت کی سطح میں اضافہ ہو رہا ہے اور دوسری جانب دولت کے انبار لگتے جا رہے ہیں۔ ٹوری حکومت نے فلاحی اخراجات، مزدوروں کے حقوق، پنشنوں اور بیماری کے الاؤنس پر بڑے پیمانے پر حملے کیے ہیں۔ اس وجہ سے آبادی کا خاطر خواہ حصہ غربت میں دھکیل دیا گیا ہے۔ اس صورتحال کی عکاسی گھریلو قرضوں میں اضافے سے نظر آتی ہے جو **1971**ء میں جی ڈی پی کا **30** فیصد تھے مگر آج **90** فیصد کے قریب ہیں۔ اور سرکاری بیروزگاری نسبتاً کم ہے لیکن ''غریب مزدوروں'' میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آکسفیم کے مطابق برطانیہ میں تقریباً بیس لاکھ لوگ غذائی قلت کا شکار ہیں جبکہ مزید تیس لاکھ کا اس حالت تک پہنچنے کا خدشہ ہے۔ ہر چھ میں سے ایک والدین بچوں کو غذا فراہم کرنے کے لیے خود بھوک کا شکار ہو چکے ہیں۔

یہ صورتحال اور محنت کشوں کے معیار زندگی پر ہونے والے حملے لیبر پارٹی کے اندر کوربن کے عمل کے ابھرنے کی وضاحت کرتے ہیں۔ عالمی تناظر کی حالیہ کی دستاویز کے بعد ہمارے سامنے لیبر پارٹی کے اندرونی انتخابات کے نتائج آ چکے ہیں۔ میڈیا کے تمام تر مخالف پراپیگنڈہ اور لیبر پارٹی میں موجود دائیں بازو کی بلیرائٹ چالبازیوں کے باوجود وہ پہلے سے زیادہ مضبوط انداز میں ابھرا ہے اور اس کے ووٹ **59** فیصد سے بڑھ کر **62** فیصد ہو گئے ہیں۔ اس نے پارٹی کے تین لاکھ ممبران کے ووٹ حاصل کیے ہیں۔ اس وقت لیبر پارٹی کے ساڑھے چھ لاکھ سے زائد ممبر ہیں اور ممبران کے حوالے سے اس وقت یہ یورپ کی سب سے بڑی پارٹی بن چکی ہے۔ کوربن کا فینامنا اسی عمل کا اظہار ہے جو اسپین میں پوڈیموس کی شکل میں ہمیں نظر آیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ برطانیہ میں نظر آنے والا واضح انقلابی رجحان جسے اب تک کوئی مرکزی نکتہ نہیں مل رہا تھا اس نے اپنا اظہار لیبر پارٹی کے اندر کوربن کی شکل میں کیا۔

صرف ایک سال میں دو دفعہ شکست کھانے کے باوجود لیبر پارٹی کا دایاں بازو پارٹی پر کنٹرول قائم رکھنے کے لیے ہر قسم کی چالبازیاں کر رہے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کو پارٹی سے نکالا جا چکا ہے لیکن اس کے باوجود بائیں جانب بے خوف تبدیلی کو روکا نہیں جا سکا۔ حالیہ عرصے میں بائیں بازو

نے پارٹی کے کچھ مقامی ڈھانچوں پر قبضہ جمایا ہے۔

ہمیں لیبر پارٹی میں ایک مسلسل خانہ جنگی نظر آتی ہے جو بالآخر ایک سپلٹ پر منتج ہو گی۔ اس وقت دایاں بازو وقت کا انتظار کر رہا ہے اور کوربن اور اس کے گرد جمع ہونے والے لیڈروں کی کمزوریوں پر کھیل رہا ہے۔ کوربن کے ساتھ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ چالاکی کے ساتھ سپلٹ سے بچ جائیں گے لیکن وہ جتنی رعایتیں دیں گے پارٹی کے دائیں بازو کا حوصلہ اتنا ہی بلند ہو گا۔

سرمایہ داری کے بحران نے بریگزٹ کے فینامنا کو جنم دیا۔ یہ نہ صرف برطانوی اسٹیبلشمنٹ کے لیے ایک دھچکا تھا بلکہ یورپ کے حکمران طبقے کے لیے بھی۔ برطانیہ فوری طور پر یورپی اور عالمی سرمایہ داری کے بحران کا مرکز بن گیا۔ اب سرمایہ دار بے تابی سے ''نرم بریگزٹ'' حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے تحت برطانیہ کو مشترکہ منڈی کی رسائی حاصل رہے۔ لیکن یہ حاصل کرنے کے لیے ٹوری حکومت کو مہاجرین کے مسئلے پر کافی زیادہ رعایتیں دینی ہوں گی جس میں یورپی شہری برطانیہ میں آزادانہ طور پر آسکیں۔

ہائی کورٹ کا حالیہ فیصلہ جس کے مطابق پارلیمنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یورپی یونین سے ہونے والے بریگزٹ مذاکرات کے نتائج پر رائے دے سکتی ہے درحقیقت برطانوی حکمران طبقے کے تضادات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ تضادات ٹوری پارٹی کے اندر بھی واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ عدالت کے فیصلے سے اب قبل از وقت انتخابات کا امکان نظر آ رہا ہے جس میں موجودہ وزیراعظم تھریسا مے کو پورے ملک میں ایک ''سخت بریگزٹ'' کی کمپیئن کرنی ہو گی۔

یہ برطانوی حکمران طبقے کو درپیش بحران کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان کی اہم پارٹی یورپ کے مسئلے پر منقسم ہے اور پارٹی کو اکٹھا رکھنے کے لیے تھریسا مے برطانوی مالیاتی اور صنعتی سرمائے کو خدشات سے دوچار کر رہی ہے۔ قبل از وقت انتخابات میں ٹوری پارٹی شاید جیت جائے جس میں کنزرویٹو نیشنلزم کا ڈھول بجائیں گے۔ اگر یہ عملی طور پر ہو جاتا ہے تو لیبر پارٹی کا دایاں بازو کوربن کیخلاف جنگ کا آغاز کر دے گا اور اسے شکست کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا جس سے پارٹی کے اندر داخلی تضادات شدت اختیار کریں گے اور دائیں اور بائیں کی تفریق بڑھے گی۔ اس سماجی ماحول میں بہت سے محنت کش اور نوجوان مزید بائیں جانب رخ کریں گے جس سے مارکسی نظریات کو پروان چڑھنے کے لیے زرخیز زمین ملے گی۔

اٹلی

جرمنی اور فرانس کے بعد اٹلی یورپ کی تیسری بڑی معیشت ہے۔ اس کا سرکاری قرضہ **2.3** کھرب یورو تک پہنچ چکا ہے جو جی ڈی پی کا تقریباً **133** فیصد بنتا ہے۔ یونان کا قرضہ جی ڈی پی کے تناسب سے زیادہ ہے لیکن حجم کے حوالے سے اس کے نزدیک بھی نہیں۔ قرضوں کا یہ پہاڑ پورے یورپی یونین کی ناکامی کا باعث بن سکتا ہے۔

اس وقت سب کی نظریں اٹلی کے بینکوں کے بحران پر لگی ہوئی ہیں۔ اطالوی بینکوں کو بحران میں دیوالیہ پن سے بچنے کی ضمانت کے لیے ازسرنو سرمایہ کاری (**Recapitalization**) کرنی پڑی۔ مسئلہ یہ ہے کہ اطالوی ریاست کے پاس قرضوں کے پہاڑ کے بوجھ تلے اتنے پیسے نہیں کہ وہ بینکوں کے حوالے سے یہ کام کر سکے۔

واحد متبادل یہ ہے کہ نجی سرمایہ کاروں کو تلاش کیا جائے۔ لیکن اطالوی آپریٹروں کے پاس بینکنگ کے شعبے میں رسک لینے کے لیے اتنا پیسہ نہیں اس لیے بینکوں کو بیرونی منڈیوں کی جانب رخ کرنا پڑا۔ اب ایسی صورتحال پیدا ہو چکی ہے کہ بیرونی مالیاتی سرمایہ تیزی سے اطالوی معیشت پر کنٹرول حاصل کر رہا ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں کہ سرمایہ داروں کے نمائندہ جریدے اکانومسٹ نے ایک شمارے کے سرورق پر ایک تصویر شائع کی جس میں ایک اطالوی بس پہاڑ سے نیچے گرنے والی ہے جبکہ برطانوی بس اس کھائی میں پہلے ہی گری نظر آ رہی ہے۔

اطالوی بینکنگ کا بحران بریگزٹ کے بعد ناقابل کنٹرول عمل کا آغاز کرے گا جو یورپی یونین کی بقا کو خطرے میں ڈال دے گا۔ فنانشل ٹائمز کے ایک مضمون کے مطابق بینکوں کے ناقابل ادا قرضوں کا بلبلہ جلد پھٹے گا اور اٹلی کو یورپی یونین سے باہر نکلنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اٹلی کی داخلی صورتحال ایک لمبے معاشی جمود کی ہے۔ گزشتہ دس سال میں اس کی یا تو سست گروتھ رہی ہے یا پھر پیداوار میں کمی آئی ہے۔ اس کی عکاسی بیروزگاری کی بڑی شرح میں ہوتی ہے جو دس سال قبل **6** سے **7** فیصد سے بڑھ کر اب **12** فیصد ہو چکی ہے۔ **2014**ء میں نوجوانوں میں بیروزگاری کی شرح **44** فیصد تک پہنچ گئی تھی جبکہ جنوبی علاقوں میں یہ شرح اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس دوران اجرتیں جمود کا شکار رہیں یا کم ہوئی ہیں۔

آبادی کے بڑے حصے میں یہ صورتحال بہت بڑے عدم استحکام کا باعث ہے جبکہ سیاسی محاذ

پر ہیجان کا۔ فائیو سٹار موومنٹ کا 2010-12ء میں مختلف انتخابی محاذوں میں کامیابی سے ابھار اور پھر یورپی پارلیمنٹ کے 2014ء کے انتخابات میں 20 فیصد ووٹوں کا حصول سماج کے بڑے حصوں کا اسٹیٹس کو سے مطمئن نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اب اس نے بہت سے شہروں میں انتخابات جیتے ہیں اور روم کے میئر کی سیٹ بھی حاصل کر لی ہے۔

فائیو سٹار موومنٹ کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ یہ ایسی عوامی تحریکوں کا نتیجہ نہیں ہے جیسی ہمیں حالیہ عرصے میں اسپین میں نظر آئیں یا پھر جو پہلے یونان میں سائریزا کا حصہ بن گئیں۔ اس کی پاپولسٹ فطرت کی یہی وضاحت ہے جس کے باعث اس میں دائیں اور بائیں دونوں عناصر ہیں۔ یہ آبادی کے بڑے حصے کی تبدیلی کی خواہش کا اظہار ہے لیکن یہ اپنے آپ کو 'شفاف سیاست' تک محدود کر لیتی ہے اور اس وقت کے سلگتے ہوئے سماجی اور معاشی سوالات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں جو لاکھوں لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ جلد یا بدیر یہ پارٹی امتحان سے گزرے گی اور یہ ٹوٹ جائے گی بلکہ ختم بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن پارلیمنٹ میں اس کی موجودگی صورتحال میں مزید عدم استحکام کا باعث بنتی ہے۔ اسی کے نتیجے میں سیاسی منظر نامہ منقسم ہے۔ کسی ایک پارٹی کے پاس اکثریت کی حمایت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم رینزی نے آئینی اصلاحات پر ریفرنڈم کروانے کا اعلان کیا ہے۔ ان اصلاحات کے مطابق پارلیمنٹ کے منتخب ممبران کے اختیارات کم ہو جائیں گے اور انتخاب میں جیتنے والی پارٹی کو بونس سیٹیں ملیں گی۔ یہ درحقیقت بڑھتا ہوا پارلیمانی بوناپرٹزم ہے۔ اس سال کے آغاز میں رینزی نے کہا تھا کہ اگر وہ ریفرنڈم ہار گیا تو استعفیٰ دے دے گا۔ لیکن اس کے بعد سے وہ اپنے اس بیان سے پیچھے ہٹ گیا ہے جس سے نظر آتا ہے کہ اسے بھی لگ رہا ہے کہ وہ ہار جائے گا۔ ایسا نتیجہ اس کی حکومت کی بڑی مخالفت کی موجودگی کا اظہار ہوگا۔

اطالوی صورتحال کا المیہ پرانی کمیونسٹ پارٹی کی سٹالنسٹ قیادت کا غدارانہ کردار ہے۔ انہوں نے پہلے اپنی پارٹی کا نام ختم کیا اور پھر دوسری بورژوا قوتوں کے ساتھ مل کر موجودہ ڈیموکریٹک پارٹی بنائی۔ اس میں اب یہ ایک چھوٹے سے اقلیتی گروہ تک محدود ہو گئے ہیں جس کی موجودہ صورتحال میں اہمیت انتہائی کم ہے۔

اس کے نتیجے میں اطالوی محنت کش طبقے کی کوئی آواز نہیں۔ لیکن اس سے ریڈکلائزیشن کا عمل رکا نہیں۔ دوسری یورپی ملکوں میں جاری عمل یہاں بھی موجود ہے لیکن ابھی تک اسے اظہار کا موقع

نہیں ملا اس لیے تحریک بظاہر مفلوج نظر آتی ہے۔لیکن اطالوی سرمایہ داری کا بحران بے رحمی سے آگے بڑھ رہا ہے اور جلد یا بدیر یہ محنت کشوں اور نوجوانوں کے غم و غصے کو سطح پر آنے پر مجبور کرے گا۔اور جب بھی یہ ہوا یہ دھماکہ خیز ہوگا۔

یونان

یونان یورپی انقلاب کا ہراول تھا جہاں عوامی سطح پر مظاہرے اور چالیس عام ہڑتالیں ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں پاسوک کا خاتمہ اور سائریزا کا ابھار ہوا۔یونان میں جو کچھ ہوا وہ ہم یورپ میں بڑے پیمانے پر دیکھیں گے۔ ریڈیکلائزیشن نے سائریزا کو جنم دیا اور یہی عمل اسپین، برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک میں شروع ہو چکا ہے۔لیکن یونان کا تجربہ یہ تنبیہ بھی کرتا ہے کہ جب سرمایہ داری کے گہرے بحران میں اصلاح پسند برسر اقتدار آئیں گے تو کیا ہوگا۔

سپراس اقتدار میں آیا اور سائریزا کی حکومت کے آغاز پر وہ بہت مقبول تھا۔اب یہ اپنے الٹ میں بدل چکا ہے اور سپراس ایک قابل نفرت شخص بن چکا ہے۔مختلف سروے کے مطابق سائریزا کا ووٹ 36 فیصد سے کم ہو کر 18-17 فیصد رہ گیا ہے۔ایک سروے کمپنی پبلک ایشو، کے مطابق سائریزا ایک دائیں بازو کی نیوڈیموکریسی سے 24 فیصد پیچھے ہے۔

اس کی وضاحت 2015ء کے ریفرنڈم کے نتائج سے غداری میں ہے جس کے بعد سائریزا اور سپراس نے ٹرائیکا کے مطالبات آگے تمام ہتھیار پھینک دیے۔جنوری 2015ء کے انتخابات میں ریڈیکل اصلاحات کے وعدوں سے غداری کر کے اب وہ سرمایہ داروں کے مطالبوں کو تسلیم کرتے ہوئے کٹوتیاں کر رہے ہیں۔

حالیہ سب سے بڑی خبر یہ ہے کہ سپراس نے اپنی کابینہ کے بہت سے ممبران کو تبدیل کیا ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ ''بائیں جانب'' تھے اور ان کی وجہ سے نجکاری اور کٹوتیوں کی پالیسی پر تیزی سے عملدرآمد نہیں ہو رہا تھا۔اکنامکس انسٹی ٹیوٹ نامی امریکی ادارے کے سربراہ دیمتری پاپا دیمیتر و کو وزیر معیشت بنایا گیا ہے۔نئے وزیر محنت ایفی ایکٹسیگلو کا اب فریضہ یہ ہے کہ وہ ٹرائیکا سے مذاکرات کرے کہ کیسے محنت کشوں کی پنشنوں اور حقوق میں کٹوتیوں کا نیا سلسلہ کیسے شروع کیا جائے۔ان میں ان کی برطرفیوں کو آسان بنانے کا طریقہ بھی شامل ہے۔ان تبدیلیوں کا مقصد یہ ہے کہ بیل آؤٹ والے اقدامات کو مستحکم کیا جائے اور عالمی قرض دینے والوں سے اچھے تعلقات

بنائے جائیں۔

سائریزا کی حکومت وعدہ کر رہی ہے کہ اس کے کٹوتیوں کے اقدامات سے سرمایہ کاری کے لیے موافق حالات بنیں گے لیکن اس کا الٹ ہو رہا ہے۔ یونان کی معیشت کا بے رحم زوال جاری ہے اور گزشتہ سال جی ڈی پی میں 1.3 فیصد کی مزید کمی ہوئی جبکہ بحران کے آغاز سے اب تک اس میں 24.52 فیصد کمی آئی ہے۔ گزشتہ سال کھپت میں کمی جاری رہی اور 1.9 فیصد کمی کے ساتھ یہ 2016ء میں بھی کمی جاری ہے۔ سال کے پہلے نصف میں سپر مارکیٹوں میں ٹرن اوور میں 8.8 فیصد کمی آئی جبکہ فروخت کے حجم میں 12.6 فیصد کمی ہوئی۔ داخلی منڈی میں گراوٹ کے باعث، جس کے ساتھ ساتھ خاندانی قرضوں اور کارپوریٹ قرضے مجتمع ہوئے، سرمایہ کاری میں کمی ہوئی ہے۔

یورپین سنٹرل بینک اور یورپین کمیشن یونان پر مسلسل دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ میمورینڈا کی شرائط پوری کرے لیکن آئی ایم ایف یہ تسلیم کر چکا ہے کہ یونان اپنے قرضے ادا نہیں کر سکتا اور ان میں سے ایک بڑی تعداد کو کینسل کرنا پڑے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ یورپی یونین، جس پر جرمن سرمایہ غالب ہے، کسی رعایت کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ یونان کا بحران یورپی سرمایہ داری کے بحران کا نامیاتی حصہ ہے اور یہ نادہندگی یوروزون کے بہت سے ممالک میں مشترکہ بیماری کی علامت ہے۔ اگر جرمن سرمایہ دار یونان کو خاطر خواہ رعایتیں دیتے ہیں تو پھر اس کے پورے یورپ پر اثرات پڑیں گے اور بہت سے دیگر ممالک انہیں رعایتوں کا مطالبہ کریں گے۔ جرمن بورژوازی کی ہٹ دھرمی کی یہی وجہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جرمن سرمایہ داروں کی متفقہ رائے ہے کہ یونان کبھی بھی اپنے قرضے ادا نہیں کر پائے گا اور حقیقی حل یہی ہے کہ یونان یوروزون سے نکل جائے اور اس کے بعد کسی مرحلے پر یورپی یونین سے بھی نکل جائے۔ اب تک اس رستے پر نہ چلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وبا کے پھیلنے سے خوف محسوس کرتے ہیں۔ لیکن بریگزٹ ووٹ کے بعد یہ صورتحال توجہ کا مرکز بن چکی ہے۔

اصل نکتہ یہ ہے کہ یونان یورپی یونین میں رہے یا نہ رہے کٹوتیوں کی پالیسی جاری رہے گی۔ اس وقت یونان کا سرمایہ دار طبقہ سپراس کو اقتدار میں رہنے کی اجازت اس لیے دے رہا ہے تا کہ وہ ان کے لیے ''گندے کام'' کر سکے۔ یہ دو حوالوں سے فائدہ مند ہے۔ ایک تو یہ سائریزا کو عوام کی نظروں میں مزید بے وقعت کرے گا جس سے سرمایہ دار یہ سوچ پھیلائیں گے کہ بائیں جانب کوئی

متبادل نہیں۔اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے اوزار 'نیوڈیموکریسی' کو اس سب سے باہر رکھ سکتے ہیں تا کہ اس کی حکومت میں واپسی کی راہ ہموار کی جا سکے۔رائے عامہ کے سروے بتاتے ہیں کہ نیوڈیموکریسی کی مقبولیت بڑھ رہی ہے اور وہ آئندہ انتخابات جیت سکتی ہے۔

حالیہ تجربے نے عوام میں کنفیوژن اور فرسٹریشن پھیلائی ہے۔مختلف سروے میں سائریزا ناکام ہو رہی ہے جبکہ اس سے بائیں جانب ہونے والی سپلٹ کے بعد بننے والی سابقہ وزیر لافازانس کی پاپولر پارٹی کا انہدام ہو چکا ہے۔

موضوعی عنصر کا فقدان بہت بڑا ہے۔اگر عوامی سطح پر کوئی غیر فرقہ پرور بائیں بازو کا متبادل ہوتا تو سائریزا کی غداری سے اب اس کی جانب تیز اضافے کی راہ ہموار ہو سکتی تھی۔لیکن اب ہمارے سامنے موجودہ ٹھہراؤ اور کنفیوژن ہے۔اس صورتحال میں ٹریڈ یونین لیڈروں نے فائر بریگیڈ کا کام کیا ہے اور طبقاتی جدوجہد کی تمام آگ کو بجھانے کا کردار نبھایا ہے اور وہ یہ کردار ادا کرنا جاری رکھے ہوئے ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود کمیونسٹ پارٹی بائیں جانب سے حمایت لے رہی ہے۔یہ منطقی ہے جب محنت کشوں اور نوجوانوں کا ایک حصہ اس کنفیوژن کے درمیان زیادہ انقلابی نتائج اخذ کر رہا ہے۔لہٰذا جہاں ہمیں نیوڈیموکریسی کی جانب رجحان نظر آ رہا ہے وہاں محنت کش طبقے کی ایک پرت بائیں جانب مڑتے ہوئے زیادہ انقلابی نتائج اخذ کر رہی ہے۔اس جانب ایک اور اشارہ حال ہی میں ایتھنز میں ایک عوامی ریلی میں نظر آیا جس میں ہزاروں طلبہ درجنوں سکولوں سے شریک ہوئے اور تعلیم پر سرکاری اخراجات میں کٹوتی کیخلاف نعرے لگاتے ہوئے مارچ کر رہے تھے۔اس کے ساتھ ہی وہ مہاجرین سے بھی اظہار یکجہتی کر رہے تھے۔

یونان میں زیادہ امکانات یہی ہیں کہ اگلے مرحلے میں نیوڈیموکریسی کی قیادت میں بورژوا حکومت بنے گی۔لیکن یہ حکومت صرف وہاں سے ہی شروع کرے گی جہاں سائریزا نے اختتام کیا۔لیکن یہ بعد میں محنت کش طبقے کے ایک بڑے حملے کی راہ ہموار کرے گی۔یہ عمل کتنا عرصہ لے گا، اس کی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی لیکن یہ ضرور ہوگا اسی طرح جیسے رات کے بعد دن آتا ہے۔

مختلف یورپی ممالک جیسے اسپین، فرانس اور کسی لمحے پر اٹلی میں ہونے والا بائیں جانب انقلابی رجحان اور طبقاتی کشمکش میں شدت ایسا واحد عنصر جو اس عمل کو مہمیز دے گا۔

5۔ مشرقِ وسطیٰ

2016ء کی عالمی تناظر کی دستاویز کے لکھے جانے کے بعد سے اب تک یہاں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئی، لیکن صورتحال میں کچھ عناصر آگے بڑھے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا تھا، ''سعودی عرب اور اسرائیل کے ساتھ، ترکی خطے میں سب سے بڑی ردانقلابی قوت ہے''۔

15 جولائی کو اردگان کیخلاف فوجی بغاوت کی کوشش ترکی میں ایک فیصلہ کن موڑ تھا۔ اس کے بعد فوج میں تطہیر کرنے سے اردگان داخلی محاذ پر وقتی طور پر مضبوط ہوا ہے جس سے اسے موقع ملا ہے کہ خطے میں اپنے جارحانہ عزائم پر عملدرآمد کر سکے۔ وہ روس کی بالواسطہ حمایت سے شام میں مداخلت کر رہا ہے۔ شام میں مداخلت YPG کیخلاف واضح چال ہے جو امریکہ کے لیے سب سے بااعتماد ''زمین پر فوج'' ہے۔

یہ امریکی سامراج کی کمزوری کو بھی عیاں کرتا ہے جس کا ہم نے پچھلی دستاویزات میں ذکر کیا ہے لیکن صورتحال کو سمجھنے میں یہ ایک اہم عنصر ہے۔ اس نے ایک خلا پیدا کیا ہے جس میں روس نے قدم رکھا۔ اس نے مقامی قوتوں کے ہاتھ مضبوط کیے اور صورتحال میں روس کا وزن بڑھایا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ کی مشکل صورتحال کا اندازہ ستمبر میں جنگ بندی معاہدے کے فوری انہدام سے ہوتا ہے۔ اسد روس کی پشت پناہی سے آگے بڑھ رہا ہے لہٰذا وہ ایسے کسی معاہدے کو قبول کیوں کرے؟

یہ صورتحال روسی صدر ولادیمیر پیوٹن جیسے جنونی کے لیے بہترین ہے جسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ایک گروپ کو دوسرے سے لڑائے یا جس کی پہلے حمایت کرتا تھا اس غداری کر دے۔ مثال کے طور پر ترکی کے ساتھ معاہدے کے لیے کردوں کی تحریک کو فروخت کر کے ایران اور روس نے امریکیوں کو تنہا کر دیا جو ترکی سے، جو نیٹو اتحادی بھی ہے، براہ راست ٹکرا نہیں سکتا۔ امریکی سامراج کے پاس اب صرف کرد کارڈ ہی بچا ہے۔ یقیناً انہیں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مستقبل میں کسی لمحے شام کی سامراجی بندر بانٹ میں زیادہ بڑے کردار کے لیے کرد تحریک کو فروخت کر دیں۔

ان تمام ہتھکنڈوں میں مشرقِ وسطیٰ کے عوام، خاص کر عراق اور شام کے لوگ **نتائج** بھگت رہے ہیں۔ صورتحال میں **ڈیڈ** لاک کی وجہ سے **نا**ختم ہونے والی **جنگ** جاری ہے جس کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں مہا**جر**ین پیدا ہو رہے ہیں جو پورے مشرقِ وسطیٰ میں بڑے بڑے کیمپوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے شام کے سرحدی **مما**لک بھی غیر **مستحکم** ہو رہے ہیں جبکہ **یورپ** میں بھی ان مہا**جر**ین کا **مستقل** داخلہ جاری ہے جس سے یورپی **یونین** کے داخلی تنازعات **بڑھ** رہے ہیں۔

یہ **ثابت** کرتا ہے کہ یہ بحران **ایک** عالمی بحران ہے جس سے کوئی **ملک** فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ عراق اور پھر شام میں **مداخلت** سے سامراجی مشرقِ وسطیٰ کو **مستحکم** کرنے کی بجائے **شدید** عدم استحکام میں دھکیل چکے ہیں جس سے خود وہ داخلی طور **پر** غیر **مستحکم** ہو چکے ہیں۔ لیبیا کے **متعلق** بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ جہاں بموں سے حملے کرنے سے کوئی مسئلہ حل ہونے کی بجائے تمام تضادات **مزید** بگڑ چکے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ کے بحران کا حل کسی **ایک** کلیدی **ملک** مصر، **ایران یا** ترکی میں سوشلسٹ انقلاب ہی ہے **یا** پھر کسی چھوٹے **ملک** میں انقلاب جو پورے خطے کے لیے **ایک** چنگاری بن جائے۔

عرب بہار سماج کو تبدیل کرنے میں **نا**کام رہی۔ اس کی وجہ تیونس اور مصر جیسے ممالک میں موضوعی عنصر کی کمی تھی۔ اس وجہ سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ صورتحال انقلاب سے رد انقلاب کی جانب چلی گئی ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ ایسے نہیں رہے گی جیسا کہ مراکش کے حالیہ واقعات **ثابت** کرتے ہیں۔

اکتوبر کے آخر میں ہمیں مراکش میں ہزاروں لوگ سڑکوں **پر نکلتے نظر** آئے جب **ایک** مچھلی بیچنے والے کا قیمہ بنا کر قتل کیا **گیا** جب وہ **ایک** کوڑے کے ٹرک میں پھینکی گئی اپنی پولیس کی ضبط شدہ ریڑھی اور **دیگر** سامان **باز**یاب کرانے کے لیے کودا۔ **2011**ء کے عرب بہار کے بعد مراکش میں ہونے والے یہ **سب** سے بڑے مظاہرے تھے۔ مراکش کے حکام **2011**ء کے واقعات کے دہرائے جانے سے خوفزدہ تھے۔ انہوں نے **2011**ء کے بعد کچھ رعایتیں دے کر، **نام** نہاد اصلاحات کے **ڈھونگ** اور **ٹریڈ یونین** اور احتجاج کی قیادتوں کو **خرید**نے کے روایتی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ حالیہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ **سب** کچھ کتنا سطحی تھا۔ یہ عرب **مما**لک میں **ایک** انقلاب کے دوبارہ ابھرنے کے امکان کو **ثابت** کرتے ہیں جو کسی لمحے دوبارہ سطح پر آئے گا۔

6۔ لاطینی امریکہ

برازیل اور وینزویلا صورتحال کی نشاندہی کرتے ہیں:

برازیل اور وینزویلا کے حالیہ واقعات اسے ثابت کرتے ہیں جو ہم نے ماضی میں کہا تھا۔ یا تو **بائیں بازو کی ایک** حکومت سرمایہ داری کو ختم کرے گی **یا** پھر یہ دباؤ کا شکار ہو کر سرمایہ داروں کے پروگرام پر عملدرآمد کرے گی۔ برازیل اور وینزویلا میں یہ واضح **نظر** آتا ہے۔ **8-2007**ء کے بحران سے برازیل اس طرح متاثر نہیں ہوا تھا جیسے یورپ اور شمالی امریکہ ہوئے تھے اور یہ نسبتاً زیادہ شرح سے ترقی کرتا رہا۔ جیسے چین میں عروج تھا ویسے ہی برازیل میں بھی تھا۔ لیکن جب چین میں سست روی شروع ہوئی اس کے برازیل پر بھاری اثرات پڑے۔

اس سب کا **2013**ء میں خاتمہ ہوا جب برازیل کی معیشت یکدم رک گئی اور گروتھ صرف **0.1** فیصد رہ گئی جبکہ گزشتہ سال ہم نے **3.8** فیصد کی گراوٹ دیکھی۔ **2016**ء میں **3.5** فیصد کی مزید کمی متوقع ہے۔ یہ ملک کتنا گر چکا ہے اس کا **اندازہ** اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ سال برازیل کے قرضوں کو کوڑا (**Junk**) قرار دے دیا گیا۔

تبدیلی کا اظہار جون **2013**ء کے عوامی مظاہروں میں ہوتا ہے جس کے بعد **15-2014**ء میں محنت کشوں کی بڑی ہڑتالیں **ہوئیں**۔ اس کے بعد **2015**ء کے اواخر اور **2016**ء میں سکولوں پر طلبہ کے قبضے ہوئے جو آج بھی جاری ہیں۔

اس عمل میں برازیل کے محنت کشوں کی روایتی پارٹی **PT** جو **1970**ء اور **80** کے اوائل میں میٹل ورکرز کی تحریکوں سے ابھری تھی اب حکومت میں رہنے کے تجربے کے اثرات محسوس کر رہی ہے۔ اکتوبر میں برازیل میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں اس کو بڑے نقصان اٹھانے پڑے۔ ملک کے سب سے بڑے شہر ساؤ پاؤلو میں اس کی **تاریخی بنیادیں** ختم ہو گئیں۔ جبکہ **26** دارلحکومتوں میں سے صرف **ایک** میں جیت سکی۔ یہ اس **تاریخی** بحران کا حصہ ہے جس کا پارٹی کو سامنا ہے۔ **2012**ء میں **PT** کو ایک کروڑ **73** لاکھ ووٹ ملے اور یہ سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری۔ حالیہ بلدیاتی انتخابات میں یہ **68** لاکھ ووٹوں کے ساتھ **پانچویں** نمبر پر آئی۔ اس کے علاوہ

اس نے سابقہ میئروں میں سے نصف کھو دیے۔

PT کے بائیں جانب PSOL کے امیدواروں نے جزوی طور پر اس خلا کو پر کیا اور کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔ سب سے اہم ریو ڈی جنیرو میں تھی جس میں وہ دوسرے راؤنڈ تک پہنچے لیکن وہاں دائیں بازو کے امیدوار سے ہار گئے۔ یہ Belem اور Sorocaba کے شہروں میں بھی دوسرے راؤنڈ میں پہنچی۔

پورے برازیل میں PSOL کے 53 کونسلر منتخب ہوئے جو 2012ء کی نسبت 10 فیصد زیادہ ہیں۔ خاص طور پر بڑے شہروں میں۔ ریو کے علاوہ ساؤ پاؤلو، پورٹو الیگرے اور فلوریانو پولس میں بھی اس پارٹی کی کارکردگی بہتر رہی لیکن ابھی تک یہ PT کے ماضی والے کردار کا متبادل نہیں بنی۔ PSOL کی ایک اہم کمزری یہ ہے کہ یہ خواتین اور ہم جنس پرستوں کے حقوق کا دفاع کرتے ہوئے اور نسل پرستی کی مخالف سمجھی جانے والی پارٹی نظر آتی ہے لیکن روزگار اور ہاؤسنگ کے طبقاتی مسائل سے نہیں جڑ پائی۔

بائیں بازو کے با اعتماد اور کارگر متبادل کی موجودگی کی وجہ سے بڑے پیمانے پر ووٹوں سے غیر حاضری نظر آئی۔ ریو میں 43 فیصد لوگوں نے یا ووٹ ہی نہیں ڈالا یا پھر خالی یا غلط ووٹ ڈال دیا۔ ساؤ پاؤلو میں ایسے افراد کی تعداد 40 فیصد تھی۔ یہ غیر حاضری کی بہت بڑی تعداد ہے کیونکہ برازیل میں ووٹ ڈالنا لازمی ہے۔

ریو میں دائیں بازو کا امیدوار مارسیلو کریویلا جیت تو گیا مگر اسے صرف 35 فیصد حمایت حاصل تھی۔ حالیہ عرصے میں PT کے کردار کی وجہ سے انتخابی میدان میں بورژوا پارٹیوں کی حمایت نظر آتی ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر اعداد و شمار دکھاتے ہیں اس کی وجہ عوام کا دائیں جانب رجحان نہیں بلکہ بڑے پیمانے پر غیر حاضری ہے۔

اب دائیں بازو کے اقتدار میں آنے سے اور ان کے محنت کشوں کے خلاف زہریلے پروگرام کے باعث وہ بائیں جانب تبدیلی کی زمین ہموار کریں گے اور PSOL اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ایک ایسی صورتحال جیسی ہمیں یونان میں نظر آئی جہاں پاسوک کا انہدام اور سائریزا کا ابھار ہوا۔

یونان کی طرح وینزویلا بھی ایک ایسی ہی مشکل صورتحال کی مثال ہے جسے اصلاح پسند سرمایہ داری کے گہرے بحران میں برسر اقتدار آ کر تیار کرتے ہیں۔ وینزویلا میں یہ عمل یونان کی نسبت

بہت آگے تک گیا۔ایک ایسا عمل جس کا ہم کئی سال تک جائزہ لیتے رہے۔اس دوران ہمارا سب سے اہم نکتہ جس پر ہم نے زور دیا وہ یہی تھا کہ ادھورا انقلاب نہیں کیا جا سکتا۔اور بولیورین انقلاب کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ اس نے سوشلزم اور انقلاب کے بارے میں باتیں بہت کی ہیں جبکہ عملی طور پر اس نے معاشی طاقت کے اہم اوزار سرمایہ دار اشرافیہ کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھے ہیں۔

ایک انقلابی صورتحال ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ایک یا دوسرے طبقے کی حکومت ہوگی۔یا تو محنت کش اپنے پیچھے کسانوں، شہری غریبوں اور ہچکولے کھاتے درمیانے طبقے کو کھینچتے ہوئے سرمایہ داری کو اکھاڑ پھینکیں گے یا پھر ڈور حکمران طبقے کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔یہی عمل اب ہم دیکھ رہے ہیں۔اب وینزویلا میں ہمیں اب دو قوتیں نظر آتی ہیں جو اقتدار کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ حکومت اور قومی اسمبلی۔لیکن اس جدوجہد کا حل صرف سماج میں موجود دونوں جانب کی حمایت یافتہ حقیقی سماجی قوتوں اور ان کے تحرک سے ہوگا۔

جب تک بولیویرین حکومت طبقاتی مفاہمت کی اصلاح پسندانہ پالیسی پر چلتی رہے گی اس وقت تک اشرافیہ کی جانب سے شروع کی جانے والی معاشی جنگ کے حملوں کو شکست دینا ممکن نہیں۔مثال کے طور پر سرکاری سطح پر طے کیے جانے والی اشیاء کی قیمتوں میں اضافے سے سرمایہ داروں کو فائدہ ہوا ہے جبکہ محنت کش اسی طرح قطاروں میں لگ کر مہنگی اشیا خرید رہے ہیں۔ حکومت کا مقصد تھا کہ قیمتوں میں اضافے سے منافع بڑھیں گے اور ان کی پیداوار میں اضافے کی حوصلہ افزائی ہوگی جس سے قلت ختم ہو کر رسد بڑھے گی۔سرمایہ دار انقلاب کو ختم کرنے کے لیے پر عزم ہیں۔اس لیے کتنی بھی رعایت دی جائے وہ بنیادی اشیا کی پیداوار کو سبوتاژ کرنا جاری رکھیں گے۔زیادہ قلت، افراط زر اور عدم استحکام پیدا کریں گے۔جب تک وہ بولیویرین حکومت کی سماجی بنیاد کا خاتمہ نہ کر لیں۔لیکن جب وہ معاشی ہتھکنڈوں کا استعمال کر رہے ہیں وہ سیاسی محاذ پر بولیویرین حکومت کی اصلاح پسند پالیسی کو بھی استعمال کر رہے ہیں تا کہ انقلاب کی شکست کا رستہ ہموار کیا جائے۔

اب صدر کیخلاف ریفرنڈم کی معطّلی سرمایہ دار طبقے کے زیادہ جارحانہ حصوں کو حکومت کے خلاف بغاوت کے نئے منصوبوں پر اکسائے گی۔جیسا ہم نے پہلے وضاحت کی تھی کہ بورژوازی اس ریفرنڈم کے ذریعے بورژوا جمہوری طریقوں سے انقلاب کو شکست دینے کی کوشش کر رہے تھے۔لیکن ایک دفعہ یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو سرمایہ داروں کے فاشسٹ حصے حکومت کے متشدد

طریقوں سے خاتمے کا سوال ایجنڈے پر رکھیں گے۔

قومی اسمبلی میں اتوار کے روز حالیہ ہتھکنڈے حکومت کے خلاف نئی بغاوتوں کے منصوبوں کی قانونی اور سیاسی تمہید ہے۔ اس کے ساتھ ہی قومی اسمبلی کی قرار داد وینزویلا میں عالمی فوجداری عدالت اور دوسرے عالمی بورژوا اداروں سے بیرونی مداخلت کی اپیل کرتی ہے۔ یہ مسلح افواج کو بھی رسمی طور پر دعوت دیتی ہے کہ وہ عوامی مینڈیٹ اور دیگر ریاستی طاقتوں کو نظر انداز کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرمایہ دار کسی مرحلے پر ایک نئی فوجی بغاوت کی کوشش کریں گے۔

بولیویرین انقلاب پر ایک سنجیدہ خطرہ منڈلا رہا ہے۔ جب تک طبقاتی مفاہمت کی اصلاح پسند پالیسیاں جاری رہیں گی اس وقت تک موجودہ صورتحال سے نجات ممکن نہیں۔ جب تک یہ تبدیل نہیں ہوتی عوام کے مورال میں گراوٹ کا عمل جاری رہے گا جس سے ناگزیر طور پر انقلاب کو مستقبل قریب میں شکست ہوگی۔

صرف جارحانہ انداز میں انقلابی اقدامات کرتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کی تمام دولت اور جائیداد مزدوروں کے جمہوری کنٹرول کے ذریعے قبضے میں لیتے ہوئے اور بورژوا ریاست کو اکھاڑتے ہوئے ہی اس معاشی جنگ کا خاتمہ ممکن ہے، تا کہ بورژوازی کو حتمی شکست دے دی جائے۔ اس نئی فوجی بغاوت کے منصوبے کو دیکھتے ہوئے محنت کش طبقے کو آگے کی جانب بڑھنا چاہیے تا کہ انقلاب کو مکمل کیا جا سکے۔ تمام یونینوں، فیکٹریوں، محلوں، یونیورسٹیوں اور دیہاتوں میں فوجی کُو کیخلاف کمیٹیاں بنانی چاہیے۔ ان کمیٹیوں کو مقامی، ریجنل اور ملکی سطح پر منتخب مندوبین کے ذریعے جوڑنا چاہیے جنہیں کسی بھی وقت واپس بلائے جانے کا اختیار رہو۔ اور وہ عام کارکنوں کو جوابدہ ہوں تا کہ اس معاشی جنگ کے لیے ایک انقلابی منصوبہ بنایا جا سکے۔ جو کمپنیاں معاشی سبوتاژ کر رہی ہیں ان میں محنت کشوں کا کنٹرول قائم کرنا چاہیے۔ بیکریوں اور سپلائی سٹوروں پر قبضے کرنے چاہئیں۔ وہ وئیر ہاؤس اور دکانیں جو اسمگلنگ، ذخیرہ اندوزی وغیرہ میں ملوث ہیں ان پر قبضے کرنے چاہئیں تا کہ وہ اشیا جو لوگوں کو مناسب قیمتوں پر فروخت کی جا سکیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ ذخیرہ اندوزوں اور بلیک میں اشیا فروخت کرنے والوں کے مال کو ضبط کرنا چاہیے اور اس معاشی سبوتاژ اسمگلنگ وغیرہ کیخلاف مزید انقلابی اقدامات کرنے چاہیے۔ وقت آ گیا ہے کہ انقلاب کو ریڈیکلائز کیا جائے۔ ایسا کرنے میں ناکامی سے ملک میں رد انقلاب کے لیے دروازے کھل جائیں گے۔

7۔امریکی انتخابات

آئی ایم ٹی کی عالمی کانگریس کے بعد سے ہونے والی سب سے ڈرامائی تبدیلی امریکی صدارتی انتخابات میں ڈونلڈ ٹرمپ کی کامیابی ہے۔اس کامیابی نے تاریخ کا سب سے بڑا سیاسی اپ سیٹ کیا۔ایک سیاسی زلزلہ جس نے پوری دنیا کی اسٹیبلشمنٹ کو ہلا کر رکھ دیا۔اس کے مقابلے میں بریگزٹ ایک معمولی جھٹکا دکھائی دیتا ہے۔

ہیلری کلنٹن جو وال سٹریٹ اور اسٹیبلشمنٹ کی واضح امیدوار تھی اسے شرمناک شکست ہوئی۔ زیادہ سنجیدہ بورژوا تجزیہ نگار سمجھ چکے ہیں کہ ان انتخابات میں اشرافیہ کی سیاست کو شکست ہوئی۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کا اظہار بھی آبادی کے ایک حصے نے ڈونلڈ ٹرمپ کے ذریعے کیا جو ایک ارب پتی ہے اور محنت کش طبقے کا بالکل بھی دوست نہیں۔

ٹرمپ نے اینٹی اسٹیبلشمنٹ کارڈ کھیلا اور جیت گیا۔سروے بتاتے ہیں کہ اگر ڈیموکریٹک پارٹی کا امیدوار برنی سینڈرز ہوتا تو اس نے ٹرمپ کو ہرا دینا تھا۔کیونکہ اس کا مفت علاج، تعلیم وغیرہ کا نعرہ محنت کش طبقے کے ان لوگوں سے جڑ رہا تھا جنہوں نے ٹرمپ کو ووٹ دیا۔

ہم نے پچھلی دستاویزات اور مضامین میں برنی سینڈرز کے فینامنا کا تجزیہ کیا ہے اور یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کہنا کافی ہوگا کہ سینڈرز کی کمپیئن سے امریکہ میں ایک عوامی سوشلسٹ اور ورکر پارٹی کے امکانات کھل کر روشن ہوئے ہیں۔اس کمپیئن کے دوران جو کچھ سطح پر آ گیا وہ واپس نہیں جائے گا لیکن ناگزیر طور پر امریکی محنت کش طبقے کی ایک آزادانہ سیاسی آواز تشکیل پائے گی۔

صدارتی انتخابات کے نتائج آتے ہی نوجوانوں کے ملک گیر احتجاج پیش بینی کر رہے ہیں کہ امریکہ میں آنے والا دور کیسا ہوگا۔ہم امریکی سماج میں شروع ہونے والے نئے دور کو اعتماد کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔اس میں بائیں اور دائیں دونوں جانب پولرائزیشن ہوگی اور طبقاتی کشمکش میں شدت آئے گی جو اس سے پہلے امریکہ میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔

8۔ عمومی نتائج

جیسے ہم کئی دفعہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ہم تیزی ترین تبدیلیوں کے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ برطانیہ کے بریگزٹ ووٹ نے اس کو ثابت کیا اوراب امریکہ میں ٹرمپ کی کامیابی نے۔ ایسی صورتحال اصلاح پسندوں اور بورژوالبرل کے لیے ''حیرانی'' اور ''دھچکا'' ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقی وجوہات کو نہیں سمجھتے اور جو بیماری سرمایہ داری ممالک میں محنت کشوں، نوجوانوں اور غریبوں کو متاثر کرتی ہے اسے نہیں سمجھتے۔

ہم نے کئی دہائیوں سے محنت کشوں پر حملے دیکھے جن میں 2008ء کے بحران کے بعد شدت آ گئی۔ آغاز میں اس بحران نے محنت کشوں کے بڑے حصوں میں کنفیوژن اور صدمے کو جنم دیا۔ لیکن اس کے بعد سے یہ غصے اور صورتحال کو تبدیل کرنے کی خواہش میں بدل چکا ہے۔

یہی سائریزا کے ابھار کی وضاحت کرتا ہے، باجود اس کی بعد کی غداری کے۔ اسپین میں پوڈیموس کی زیرو سے بہت بڑی گروتھ کے، برطانوی لیبر پارٹی اور کوربن کی ڈرامائی تبدیلی کے۔ فرانس میں میلاشون کے گرد ایک تحریک کے آغاز کے۔ یہ ایسی صورتحال کے ابتدائی مراحل ہیں جس میں زیادہ ایڈوانس پرتیں زیادہ بائیں جانب تندوتیز متبادل تلاش کرتی ہیں۔

یہ صورتحال بائیں بازو کی اصلاح پسندی کا فینا مینا منظر پر لا رہی ہے لیکن اس میں اس کی محدودیت بھی نظر آ رہی ہے۔ وینزویلا اور یونان اہم مثالیں ہیں۔ ہر کسی کو ان دو تجربات کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس میں تمام ممالک کے لیے اسباق ہیں۔ اہم ہے کہ یہ اسباق سیکھے جائیں کیونکہ عالمی سطح پر ریڈکلائزیشن کا یہی عمل جاری ہے۔

ہمیں پوری دنیا میں عوامی تحریکیں ابھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جنوبی کوریا میں صدر پارک گیون ہئی کیخلاف ٹریڈ یونین کی جانب سے دولاکھ افراد کا مظاہرہ اس کی ایک مثال ہے۔ بہت سالوں بعد اتنا بڑا مظاہرہ ہوا ہے جو پارک حکومت کے بحران کی عکاسی کرتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں ہمیں ہزاروں طلبہ کی تحریک نظر آتی ہے جنہوں نے اپنا مستقبل اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ اس نے

جنوبی افریقہ کے سماج کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔نوجوان اپنا مستقبل ان سیاستدانوں اور لیڈروں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے جو سرمایہ داری کے تحت زندگی کے عادی ہو چکے ہیں۔اب سماج میں نوجوان سیاسی طور پر سب سے متحرک پرت ہیں اور طبقاتی جدوجہد کا رستہ اپنا چکے ہیں۔مالیما کی اکنامک فریڈم فائٹر پارٹی کے ابھرنے سے اس کا اظہار سیاسی محاذ پر بھی ہو چکا ہے۔ANC کی حمایت میں کمی سے پیدا ہونے والے خلا کو اس نے جزوی طور پر پر کیا ہے۔دوبارہ ہمیں نظر آ رہا ہے کہ آزادی کی عوامی تحریک کے لیڈر بورژوا سماج اور ریاست کا حصہ بن چکے ہیں اور اس عمل میں عوام کی حمایت کھونے کا آغاز کر چکے ہیں۔

اگر عمومی طور پر دیکھیں تو ہمیں دائیں اور بائیں دونوں جانب تحرک نظر آئے گا۔یہ فطری ہے کیونکہ یہ عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ سماج کے بڑھتے ہوئے تضادات کی عکاسی کرتا ہے۔سرمایہ داری ایک بند گلی میں ہے کیونکہ یہ ماضی کا معیار زندگی کی ضمانت فراہم نہیں کر سکتا۔محنت کش ہر جگہ ایک ایسے نظام کا دباؤ محسوس کر رہے ہیں جو صرف محنت کشوں کو زیادہ سے زیادہ نچوڑ کر ہی زندہ رہ سکتا ہے۔

یہ عمل انقلاب کی طرف جاتا ہے لیکن رستہ کوئی سیدھی لکیر نہیں۔ہمیں طبقاتی جدوجہد کے عوامی ابھار کے دور نظر آئیں گے جو ریڈیکل سیاسی فینامینا کو جنم دیں گے لیکن اس کے بعد رجعت کے دور آئیں گے کیونکہ تحریکوں کی اصلاح پسند قیادتیں عوام کی امنگوں سے غداری کریں گی۔اس عمل میں بائیں بازو کے تمام رجحانات کا امتحان ہوگا۔اگر مارکسی محنت کشوں اور نوجوانوں میں مناسب قوتوں کے ساتھ تیار ہوئے تو وہ 1917ء کی لینن کی بالشویک پارٹی کی طرح کی عوامی انقلابی پارٹیاں بنائیں گے۔اکتوبر انقلاب کے سو سال کے مکمل ہونے کے موقع پر سوشلسٹ انقلاب کے حالات دوبارہ تیار ہو رہے ہیں۔اس دفعہ عالمی سطح پر۔ہمارا فریضہ ہے کہ ہم سمجھیں اور تعمیر کریں۔پہلے ایک کیڈر تنظیم اور پھر ایک عوامی پارٹی جو محنت کش طبقے کی اقتدار پر قبضے کے لیے قیادت کر سکے اور اس طرح اکتوبر کا نامکمل فریضہ ادا ہو سکے۔